پانی پت کی چوتھی جنگ ناگزیر ہے

پھیپھڑوں کی بیماری اور بے پناہ کام نے قائداعظم کو تھکا دیا تھا۔ آپ ستمبر، ۱۹۴۷ء میں دو ہفتے کے لئے سرینگر میں آرام کرنا چاہتے تھے، اس سلسلہ میں انتظامات کے لئے اپنے ملٹری سیکرٹری کرنل ولیم برائین کو آپ نے ۲۴ اگست کو کشمیر بھیجا۔ کشمیر کی ۸۵ فیصد آبادی مسلمان تھی اور کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ ریاست پاکستان سے الگ ہو سکے گی۔ پانچ دن کے بعد قائد کا سیکرٹری کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے پیغام لایا کہ ہم مسٹر جناح کو اپنی ریاست میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ قائداعظم حیران رہ گئے، ہندو مہاراجہ کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے۔ تاہم حکومت پاکستان نے اپنا ایک مخبر سری نگر بھیجا کہ وہ ریاست کے صحیح حالات اور مہاراجہ کے عزائم کے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کرے۔ مخبر نے رپورٹ دی کہ ”مہاراجہ کسی صورت بھی اپنی ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں چاہتا“۔

دو ماہ بعد پاکستان نے رضاکار بھیجے۔ ۲۴ اکتوبر، ۱۹۴۷ء کو مجاہدین آزادی نے ماہورا کا پاور اسٹیشن ڈائنامائٹ سے اڑا دیا۔ پاکستان کی سرحد سے لے کر لداخ اور چین کی سرحد تک پورا علاقہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اس وقت ہری سنگھ کے محل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ پلک جھپکتے سینکڑوں قمقمے بجھ گئے اور ہری سنگھ کے محل میں ویسا ہی اندھیرا چھا گیا جیسا اس کے قلب کی گہرائیوں میں تھا۔

۲۲ اکتوبر، ۱۹۴۷ء کو ایک ۲۲ سالہ نوجوان حیات خان کی قیادت میں مجاہدین آزادی نے دریائے جہلم کا پل پار کیا۔ کشمیر میں داخل ہو کر یہ لوگ آگے بڑھتے گئے۔ مظفر آباد پر قبضہ ہو گیا دکھ کی بات یہ ہے کہ سرینگر کی جانب بڑھنے سے پہلے آزاد قبائل کے رضاکار مظفر آباد کے بازار لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حیات خان اور دوسرے قائدین نے بڑی کوشش کی کہ سرینگر کی جانب پیش قدمی جاری رکھی جائے۔ لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ سرینگر ابھی دور تھا۔ لیکن اتنی دور بھی نہیں کہ وہاں پہنچا نہ جا سکے۔ قبائل، بارہ مولا تک پہنچ کر اپنی مرضی سے تیز تر ہو گئے۔

نئی دہلی میں اس حملہ کی خبر کوہالہ برج پار کرنے کے ۴۹ گھنٹے بعد پہنچی۔ یہ خبر پاکستانی افواج کے انگریز کمانڈر میجر جنرل ڈوگلس گریسی نے اپنے راولپنڈی کے ذاتی فون نمبر ۱۷۰۳ سے بھارتی افواج کے انگریز کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل سر راب لوکہارٹ کو دہلی میں اس کے ذاتی فون نمبر ۳۰۱۷ پر پہنچائی۔ میجر جنرل گریسی ہمارا ملازم تھا۔ اس کا فرض تھا کہ مملکت پاکستان کا یہ فوجی راز ظاہر نہ کرتا، لیکن انگریز کی روایتی مسلم دشمنی اسے اپنی پیشہ ورانہ دیانتداری پر آمادہ نہ کر سکی۔ اس کے برعکس لوکہارٹ اپنے ہندو آقاؤں کا حقیقی وفادار نکلا۔ اس نے بلا تامل یہ خبر بھارتی گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور فیلڈ مارشل آکنلک تک پہنچا دی۔ (بحوالہ فریڈم ایٹ مڈ نائیٹ، ص ۳۵۰ تا ۳۵۱)

پروفیسر کریم بخش نظامانی

ماؤنٹ بیٹن کو یہ خبر اس وقت ملی، جب وہ تھائی لینڈ کے وزیر خارجہ کے اعزاز میں دی گئی سرکاری ضیافت میں شرکت کی تیاری کر رہے تھے۔ ضیافت کے اختتام پر انہوں نے جواہر لعل نہرو کو روک لیا اور تنہائی میں ان کو بتایا کہ کشمیر پر حملہ ہوا ہے۔ نہرو کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکا اور ماؤنٹ بیٹن سے کہا ”کشمیر کا نقش میرے دل پر اس طرح ثبت ہے جس طرح تمہاری رانی میری کے دل پر کیلاس (CALAIS) ثبت تھا“۔ نہرو نے اصرار کیا کہ بھارتی افواج فوراً کشمیر بھیج دی جائیں۔

فیلڈ مارشل آکنلک نے ماؤنٹ بیٹن پر زور دیا کہ برطانوی فوجیوں کی ایک بریگیڈ الفور ہوائی جہازوں سے سرینگر پہنچا دی جائے۔ ماؤنٹ بیٹن نہیں مانے۔ وہ انگریز سپاہیوں کو اس کشمکش میں ملوث کرنا نہیں چاہتے تھے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کی نیت کیا تھی، لیکن

ان کے سوانح نگار یہ تاثر دیتے ہیں کہ آکنلک اور نہرو کے ردِ عمل سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یقین ہو گیا کہ فوجی مداخلت ناگزیر ہے، لہٰذا انہوں نے مجبور ہو کر بھارتی کابینہ کی دفاعی کمیٹی کا اجلاس بلایا۔ کمیٹی کے سامنے کشمیر کے راجہ کی "امداد کی اپیل" تھی۔ فیصلہ ہوا کہ کشمیر میں بھارت کی فوجی مداخلت کا "قانونی اور اخلاقی جواز" پیدا کرنے کے لئے ایک سہ رکنی وفد سرینگر بھیجا جائے۔ وفد کے ذمہ یہ کام تھا کہ مہاراجہ سے "بھارت سے کشمیر کے الحاق کی دستاویز" پر انگوٹھا لگوا لائے۔

۲۵ (یا ۲۶) اکتوبر کی شام کو، رائل انڈین آرمی کا ایک ڈی سی ۳ طیارہ وی۔ پی مینن، کرنل مانک شا اور ہوائی فوج کے ایک افسر پر مشتمل اس وفد کو لیکر سرینگر کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ مہاراجہ نے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے۔ ماؤنٹ بیٹن کے سوانح نگار ہمیں بتاتے ہیں کہ انہوں نے نہرو کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ الحاق عارضی ہو گا اور کشمیر کو اس وقت تک بھارت کا "اٹوٹ انگ" نہیں سمجھا جائے گا جب تک وہاں کے عوام اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہوئے ریاست کشمیر کی بھارت میں شمولیت کا فیصلہ نہیں کرتے۔ وی۔ پی مینن کے وفد کی سرینگر روانگی کے فوراً بعد ماؤنٹ بیٹن نے بھارت کے تمام سول ہوائی جہازوں کو حکم دیا کہ وہ جہاں کہیں ہیں، مسافروں کو چھوڑ کر فی الفور دہلی آجائیں۔ بعد میں ان جہازوں کے ذریعے بھارتی فوج کے دستے سرینگر پہنچائے گئے۔

بھارت، الحاق کو عارضی سمجھتا تھا؟ کیا کشمیر میں "امن" قائم ہونے کے بعد وہ رائے شماری کے معاملہ میں مخلص تھا؟ ہرگز نہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ بھارت کی بد نیتی کا مظہر ہے۔ وی پی مینن نے مہاراجہ سے الحاق کی دستاویز پر انگوٹھا لگوانے کے بعد ۲۶ اکتوبر کی رات کو نئی دہلی کی رہائش گاہ پر برطانیہ کے ڈپٹی ہائی کمشنر الیگزینڈر سائمن کو شراب نوشی کی دعوت دی۔ شراب کا جام اٹھاتے ہوئے مینن نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور برطانوی ڈپٹی ہائی کمشنر سے کہا۔ "یہ دیکھو: کشمیر ہمیں مل گیا۔ اس حرامی (مہاراجہ) نے بالآخر الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دئیے۔ اب جبکہ یہ (کشمیر) ہمیں مل گیا ہم اسے کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے" (بحوالہ فریڈم آف مڈ نائیٹ، ص ۲۵۶)۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہندو کو انگریز پر اتنا اعتماد تھا کہ اس کے ایک ذمہ دار اعلیٰ افسر نے تاجِ برطانیہ کے نمائندے پر بلا جھجک اپنا قومی راز ظاہر کر دیا۔ جبکہ ہمارے ایک ملازم (جنرل گریسی) نے اپنے ذاتی ذرائع سے ہمارا ایک راز معلوم کیا اور فوراً دہلی پہنچا دیا۔ کیا مسلمان ملّت قرآن کے اس فرمان کو دائمی طور پر اپنی راہنما اصول نہیں بنائے گی۔ "اے ایمان والو! مشرکین اور نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ"؟

پیر، ۲۷ اکتوبر، ۱۹۴۷ء کی صبح تک نو (۹) ڈی سی ۳ طیارے سکھ رجمنٹ کے ۳۲۹ فوجی اور آٹھ ٹن گولہ بارود سرینگر کے ہوائی اڈے تک پہنچا چکے تھے۔ سکھ فوجیوں نے اسی دن سرینگر ہوائی اڈے پر قبضہ کر کے اس کا انتظام سنبھال لیا اور ہمارے قبائلی رضاکار بارہ مولا میں لوٹ مار کرتے رہے۔ بعد میں بھارت نے زمینی راستے سے ایک لاکھ فوج کشمیر پہنچا دی۔

گورداسپور

سر ریڈکلف کی انتہائی بد دیانتی سے مسلم اکثریت کا ضلع گورداسپور اگر بھارت کے سپرد نہ کیا جاتا تو بھارت کا کشمیر سے کوئی زمینی رابطہ نہ ہوتا اور مسئلہ کشمیر پیدا ہی نہ ہوگا۔ اگر کشمیر کا مہاراجہ ہندوستان سے الحاق کر بھی لیتا تو بھی دہلی کے حکمران اس کی مدد کو نہ پہنچ پاتے۔

ریڈکلف کا کئی موضوعات پر علم بہت وسیع تھا لیکن ہندوستان کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

"Radicliffe knew virtually nothing about India. He had never written about it nor become involved in any of its complex legal problems. Indeed, radicliffe had never even set foot on the subcontinent." (Freedom At Midnight, P. 179)

ہندوستان کے متعلق کچھ جاننا تو درکنار، ریڈکلف نے تو ۱۹۴۷ء سے پہلے برصغیر کی سرزمین پر کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ اس معروف بیرسٹر کو باؤنڈری کمیشن کا چیئرمین بنا کر مسٹر ایٹلی کی لیبر گورنمنٹ نے اچھی سوجھ بوجھ اور دیانتداری کا ثبوت نہیں دیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو نے باؤنڈری کمیشن کے اختیارات کے متعلق بہت سادہ سی شرائط منوالیں۔ میں "منوالینے" پر زور دیتا ہوں۔ ان شرائط میں اہم بات یہ تھی کہ مسلم اکثریت والے ایک دوسرے سے متصل علاقے پاکستان میں شامل کئے جائیں گے اور ہندو اکثریت والے ایسے علاقے بھارت کے پاس جائیں گے۔ باؤنڈری کمیشن پر یہ بھی لازم تھا کہ "متصل اکثریتی علاقے" کی شرط کے علاوہ "دوسری چیزوں کا بھی

خیال رکھا جائے "Take Account of other factors" ۔ یہ بہت ہی مبہم الفاظ ہیں ۔ ہندوؤں نے یہ شرط اس لئے منوائی تھی کہ "مسلم اکثریت والے وہ علاقے" جو مسلمانوں کو ملنے تھے، ان کو کسی نہ کسی بہانے سے ہتھیا لیا جائے ۔ ان "دوسری چیزوں" میں جائداد بھی شامل تھی ۔ یعنی پنجاب اور بنگال کی تقسیم کرتے وقت آبادی کی اکثریت کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھا جائے کہ زیر بحث علاقے میں کس قوم کے افراد کی جائداد زیادہ ہے ۔ ان دونوں شرائط کو مدنظر رکھا جائے تو بھی گورداسپور پر کسی بھی صورت میں ہندوؤں کا حق نہیں بنتا تھا ۔ البتہ مسلمان کلکتہ شہر پر اپنا حق جتا سکتے تھے ۔ اور مسلم لیگ کو ایسی توقع بھی تھی ۔

"The Muslim League hoping that wide terms of reference in Bengal would improve their chances of securing Calcutta..." (Mission with Mountbatten Diary of 27th June, 1947 - By Alan Campbell - Johnson)

لیکن یہ آرزو خاک میں مل گئی ۔ خود گاندھی جی کو بھی خدشہ تھا کہ کلکتہ کے چلے جانے سے مسلمان مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آئیں گے ۔ اس لئے ہندوؤں کا یہ "چالاک، ضدی، متضاد باتیں کرنے والا اور ہر قسم کے تقدس سے تہی دامن" (گاندھی کے متعلق یہ الفاظ لارڈ ویول نے کہے تھے ۔ تفصیل کے لئے میرا پمفلٹ LET - HISTORY - SPEAK دیکھئے) لیڈر ۱۵ اگست کو دہلی کا جشنِ آزادی چھوڑ کر کلکتہ جا بیٹھا اور "قیامِ امن" کے بہانے حسین شہید سہروردی کے ساتھ رہنے لگا ۔ گاندھی اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو گیا ۔

ادھر گورداسپور پر ان شرائط کی رو سے بھی مسلمانوں کا حق تھا، لیکن ملت اسلامیہ کے ازلی دشمن انگریز نے یہ علاقہ سونے کی طشتری میں رکھ کر ہندوؤں کو دے دیا ۔ نتیجتاً مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا ۔ گورداسپور مغربی پنجاب کے مسلم اکثریت والے علاقے سے متصل تھا اور وہاں ہماری بھی زرعی زمین کی صورت میں جائدادیں تھی ۔ آپ کہتے ہیں کہ کشمیر میں رائے شماری کروائی جائے، لیکن میں کہتا ہوں کہ بھارت وہاں سے اپنی فوجیں ہٹالے ۔ اور نہ صرف مقبوضہ کشمیر، بلکہ گورداسپور بھی ہمارے حوالے کر دے ۔ بھارت اگر ایسا نہیں کرتا تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم نے جوناگڑھ اور حیدرآباد دکن پر کس اخلاقی، جواز اور سیاسی منطق کی بنیاد پر قبضہ کیا تھا؟ جس منطق کی بنیاد پر جوناگڑھ اور حیدرآباد تمہارے ہیں، اُسی

حکومت پاکستان کے انگریز ملازمین کشمیر کے متعلق اہم معلومات فوری طور پر بھارت پہنچاتے رہے

بنیادوں پر کشمیر اور گورداسپور ہمارے تھے

ریڈکلف نے بنگال اور پنجاب کی حدبندی کا کام ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے مکمل کر لیا تھا، لیکن وائسرائے نے اس کا اعلان ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں اس وقت کیا جب پاکستان اور بھارت دو آزاد ریاستوں کی حیثیت سے وجود میں آچکے تھے ۔ ماؤنٹ بیٹن ۱۴ اگست کو ہماری یوم آزادی میں شرکت کرنے کے لئے کراچی آئے ہوئے تھے ۔ واپسی پر قائداعظم کی منت سماجت کر کے لیاقت علی خان کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور وہیں ۱۶ اگست کو انہیں حدبندی کمیشن کے فیصلے کی کاپی تھمادی گئی ۔ لیاقت علی خان کو گورداسپور جانے کا بہت دکھ ہوا ۔ قائداعظم نے اس فیصلہ کو "غیر منصفانہ، ناقابل فہم اور انصاف و شہادت کے منافی" قرار دیا ۔ پاکستان کی طرف سے یہ بھی الزام لگایا گیا کہ حدبندی کمیشن کا فیصلہ اشاعت سے پہلے وائسرائے کے دفتر میں "تبدیل" کیا گیا ہے ۔ ثبوت کے طور پر وائسرائے کے دفتر سے متعلق افسروں کا ایک خط بھی پیش کیا یہ خط ایبل (ABELL) نے ۸ اگست کو جینکنس (JENKINS) کو لکھا تھا ۔ اس میں کہا گیا تھا کہ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ ۱۱ اگست کو کیا جائے گا اور یہ کہ تحصیل فیروزپور اور زیرا (ZIRA) پاکستان کو مل رہے ہیں ۔ الطاف حسین (ایڈیٹر ڈان) اور علامہ مشرقی نے واضح طور پر الزام لگایا کہ ٹاٹا اور برلا نے تجوریوں کے منہ کھول کر وائسرائے کے دفتر والوں اور ریڈکلف کی جیبیں بھری ہیں، لیکن اب "پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" ۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز انصاف پسند اور دیانتدار اور قانون کا پابند ہے ۔ جی ہاں! بالکل ہے لیکن اپنے ملک کے اندر ۔ ۔ ۔ ملک سے باہر نہیں ۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ آزاد قبائل معمولی سی لوٹ مار کرنے کے بعد بارہ مولا سے واپس چلے گئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد مقبوضہ کشمیر میں ان کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کیا گیا۔ اس کی مختصر داستان محمد یوسف صراف سے سنیئے

" آزاد قبائل کے لوگوں کے واپس چلے جانے کے بعد پاکستان کے حامیوں پر بے پناہ مظالم توڑے گئے۔ نام نہاد کلچرل فرنٹ نے صادق کی نگرانی میں ڈراموں، پمفلٹوں اور نظموں کے ذریعے پاکستان کے خلاف زہریلی مہم شروع کردی ہے، جس میں نہایت بھونڈے طریقے سے غلط بیانی سے کام لیکر " قبائل کے مظالم " کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ (ان لوگوں نے) رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ نیشنل کانفرنس کے کارکنوں اور سماج دشمن عناصر پر مشتمل ایک نام نہاد " امن بریگیڈ " قائم کیا گیا یہ دراصل غنڈوں کا ایک ٹولہ تھا جسے حکومت کی طرف سے سب کچھ کرنے کی اجازت تھی۔ جس کسی کے متعلق ذرا سا بھی شبہ ہوتا تھا کہ اس کی ہمدردیاں پاکستان کے ساتھ یا آزادئ کشمیر کے ساتھ ہیں اسے وارنٹ دکھائے بغیر گرفتار کر لیا جاتا اور بے پناہ اذیتیں دی جاتیں ---- صرف سرینگر شہر میں تین ہزار بے گناہ افراد کو جیل میں ٹھونس دیا گیا ----- "

(Kashmiris Fight for Freedom, P 1189)

مظالم کے اس ماحول میں اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سرینگر میں نیشنل کانفرنس کا سالانہ اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں ہندوستان بھر سے آئے ہوئے کانگرسی کارکنوں اور لیڈروں کے علاوہ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ پنڈت نہرو نے بھی اس اجتماع کو " رونق بخشی " - اس موقع پر پنڈت نہرو نے اس بات کا اعادہ کیا کہ

" ہندوستان کی فوجیں ریاست (کشمیر) میں اس لئے داخل ہوئی ہیں کہ اس کو " حملہ آوروں " سے پاک کیا جائے۔ ہندوستان کی بنیادی پالیسی یہ ہے کہ ریاست کے لوگوں کو غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے اپنی قسمت کا فیصلہ آپ کرنے دیا جائے --- کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں "

پنڈت نہرو کے اس وعدہ کو ۴۲ سال ہو گئے۔ اب ہم سے کہا جارہا ہے کہ " کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے " - دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔ جناب! اب تو ہمیں آپ کے رائے شماری کے وعدہ پر بھی بھروسا نہیں۔ آپ کے لئے صرف ایک راستہ ہے۔ بوریا بستر باندھیے اور واپس دلی جائیے ہمیں یہ بھی دھمکیاں دی جارہی ہیں کہ موجودہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد تسلیم کرلو، ورنہ بھارت کے نو کروڑ مسلمانوں کا وجود خطرہ میں ہے۔ (یاد رہے کہ یہ بات بھارت کے صحافی مسٹر خشونت سنگھ نے ۱۲ جنوری کی شام کو بی بی سی سے نشر ہونے والے ایک انٹرویو میں کہی تھی)۔ ہم نہایت نیاز مندی سے عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کے یہی عزائم ہیں - تو پانی پت کا میدان موجود ہے، میدان میں دو دو ہاتھ کر کے فیصلہ کیے دیتے ہیں کہ برصغیر ہند و پاک میں کس کو زندہ رہنے کا حق ہے اور کس حیثیت سے زندہ رہنا ہے۔

کشمیر اور پاکستان کے گیارہ کروڑ مسلمان عزت اور آزادی کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو " انقلابی فیصلے " کرنے ہوں گے۔ قوموں کو اپنی تاریخ میں ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں -- خواہ ان کا دل چاہے یا نہ چاہے۔ آپ فیصلہ کریں۔ خدا سے مدد مانگیں۔ حق آپ کے ساتھ ہے۔ اب بارہ کروڑ مسلمانوں کا ایک ہی نعرہ ہونا چاہیے۔

بر ہوا بادما کشتی در آب انداختیم

بقیہ از ۳۳ ؎

تفسیر تفہیم القرآن کا ہے۔ جس کے اکثر مقامات عقائد اسلامیہ کے خلاف ہیں۔ مودودی صاحب علوم دینیہ سے تہی دامن تھے۔ عربی زبان پر بھی ان کو عبور نہ تھا۔ وہ تو اردوئے مبین کو عربی مبین کے مقابلہ میں لائے۔

پروفیسر صاحب راقم کی مرتبہ کتاب تذکرۃ المفسرین۔ اردو، انگریزی کا اگر مطالعہ فرما سکیں۔ تو کچھ نہ کچھ راہ نمائی ہوجائے گی بعونہ تعالی

بقیہ از ۳۲ ؎

اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام کے معصوم اور منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے۔